ایمان اور عمل صالح

ڈاکٹر سید رضا حسین رمزؔ، سفینہ کامپلیکس، نیپئر روڈ، لکھنؤ

چند اہم نکات

(۱) ایمان و عمل:

قرآن کی بہت سی آیات میں ایمان و عمل صالح ایک ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ یہ ایک طرح کی نشاندہی ہے کہ ان میں جدائی نہیں ہوسکتی اور حقیقتاً ایسا ہی ہے کیونکہ ایمان و عمل صالح ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ اگر ایمان روح کی گہرائیوں میں اتر جائے تو یقیناً اس کی شعاع انسان کے اعمال کو بھی روشن کرے گی اور اس کے عمل کو عملِ صالح بنادے گی۔ جیسے کوئی چراغ پُرنور کسی کمرے میں جلادیں تو روشندانوں اور دریچوں سے باہر بھی اس کی کرنیں دکھائی دیتی ہیں۔

سورہ طلاق آیت ۱۱ میں ہے:

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا۔

خداوندعالم نے ایماندار مردوں اور عورتوں سے باغاتِ جنت کا وعدہ کیا ہے جن کے درختوں تلے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے اور ان کے لئے ان دائمی بہشتوں میں پاکیزہ مکانات ہیں اور اسی طرح پروردگار خوشنودی بھی جو ان سب سے بالاتر ہے اور یہ ہے عظیم کامیابی۔

سورہ بینہ کی آیت ۸ میں جنت کی مادی نعمتوں کے تذکرے کے بعد فرمایا گیا ہے:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔

خداوندعالم ان سے خوش ہے اور وہ بھی خدا سے خوش ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس مقام پر پہنچ جائے کہ اسے احساس ہو کہ خدا اس سے راضی ہے اور وہ بھی خدا سے راضی ہے تو وہ تمام لذات کو بھلا دیتا ہے صرف اسی سے دل لگا لیتا ہے اس کے علاوہ اپنی فکر میں کچھ نہیں لاتا اور یہ ایسی روحانی لذت ہے جو کسی زبان و بیان سے قابلِ وصف نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ چونکہ قیامت و معاد میں روحانی پہلو بھی ہے اور جسمانی بھی، لہٰذا جنت کی نعمات بھی دونوں پہلو رکھتی ہیں تا کہ انھیں جامعیت حاصل ہو اور ہر شخص اپنی استعداد اور شائستگی کے مطابق ان سے بہرہ ورہو۔

سورہ بقرہ آیت ۶۲ میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

ترجمہ: ''جو لوگ مومن ہیں یا یہود یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذہب کا ہو) جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ خدا کے یہاں ملے گا۔ اور قیامت کے دن ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔''

بنی اسرائیل سے مربوط ابحاث میں دراصل قرآن ایک کلی، اصولی اور عمومی قانون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قدر و قیمت حقیقت وواقعیت کی ہے نہ کہ ظاہریت کی۔ خداوند کی بارگاہ میں ایمان خالص اور عمل صالح قابل قبول ہے۔ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں (مسلمان) اسی طرح یہودی، عیسائی اور صابئین (حضرت یحییٰ، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے پیروکار) جو بھی خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لے آئیں اور نیک عمل انجام دیں ان کا اجروعوض پروردگار کے پاس مسلم ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

یہ آیت تقریباً اسی عبارت کے ساتھ سورہ مائدہ کی آیہ ۶۹ میں آئی ہے اور کافی فرق کے ساتھ سورہ حج آیہ ۱۷ میں اس مفہوم کا ذکر ہوا ہے۔ سورہ مائدہ کی مذکورہ آیت کے بعد کی آیات نشاندہی کرتی ہیں کہ یہودی اور عیسائی اتراتے تھے کہ ہمارا دین دیگر ادیان سے بہتر ہے اور وہ جنت کو بلاشرکت غیرے اپنے لئے منحصر سمجھتے تھے اور شاید یہی فخر مسلمانوں کی ایک جماعت میں بھی تھا۔ زیر بحث آیت کہتی ہے کہ ظاہری ایمان (اسلام) عمل صالح کے بغیر چاہے مسلمانوں کا ہو یا یہود ونصاریٰ یا کسی اور دین کے پیروکاروں کا کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ خدا اور قیامت کے دن کی بڑی عدالت پر حقیقی اور خالص ایمان جو نیکی اور عمل صالح کے ساتھ ہو وہی خدا کی بارگاہ میں قدر و قیمت کا حامل ہے۔ صرف یہی پروگرام جزا اور اطمینان وامان کا باعث ہے۔

ایک اہم سوال

بعض بہانہ ساز مذکورہ بالا آیت کو غلط افکار کے لئے دستاویز کے طور پر پیش کرتے ہیں وہ اسے صلح کل کے عنوان سے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر مذہب کے پیروکو اپنے ہی مذہب پر عمل کرنا چاہئے۔ لہٰذا ان کے نزدیک ضروری نہیں کہ یہودی، عیسائی یا دوسرے مذاہب کے پیروکار آج مسلمان ہوجائیں بلکہ اگر وہ خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح انجام دیں تو کافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے: ہم واضح طور پر یہ جانتے ہیں کہ قرآنی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔ قرآن سورہ آل عمران آیہ ۸۵ میں کہتا ہے:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ۔

اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین اپنے لئے انتخاب کرے گا تو وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں قرآن یہود ونصاریٰ اور باقی ادیان کے ماننے والوں کو دعوت اسلام دینے والی آیات سے بھرا پڑا ہے۔ اگر مندرجہ بالا تفسیر صحیح ہو تو یہ قرآن کی بہت سی آیات سے صریح تضاد ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس آیت کے واقعی اور حقیقی معنی تلاش کئے جائیں۔

اس مقام پر دو تفسیریں سب سے زیادہ واضح اور مناسب نظر آتی ہیں:

(ا) یہ کہ اگر یہود ونصاریٰ اور ان جیسے گروہ اپنی کتب کے مضامین پر عمل کریں تو مسلماً رسول اسلامؐ پر ایمان لے آئیں، کیونکہ ان کتب میں مختلف صفات وعلامات کے ساتھ آپؐ کے ظہور کی بشارت موجود ہے جس کی تفصیل سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۶ کے ذیل میں آئے گی۔

سورہ مائدہ آیہ ۶۸ میں ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ۔

کہئے کہ اے اہل کتاب! تمہاری اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں جب تک تم توارت، انجیل اور جو کچھ پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل ہوا ہے اسے قائم اور برقرار نہ رکھو (اور اس میں سے ایک رسول اسلام پر ایمان لانا ہے جن کے ظہور کی بشارت تمہاری کتابوں میں آچکی ہے)۔

(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت کی نظر ایک سوال کی طرف ہے جو ابتدائے اسلام میں بہت سے مسلمانوں کو مدینہ میں درپیش تھا وہ اس فکر میں رہتے تھے کہ اگر راہِ حق و نجات فقط اسلام ہے تو ہمارے آباؤ اجداد کا کیا بنے گا۔ کیا پیغمبر اسلام کو نہ پہچاننے ان پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے انھیں سزا و عذاب کا سامنا ہوگا۔

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس نے خبر دی کہ جو شخص اپنے زمانے میں اس وقت کے برحق نبی اور کتاب آسمانی پر ایمان لے آیا ہو اور اس نے عمل صالح انجام دیا ہو وہ نجات یافتہ لوگوں میں ہے اور اس کے لئے فکر و تردد کی کوئی بات نہیں۔

لہٰذا ظہور مسیح سے پہلے کے مومنین اور عمل صالح انجام دینے والے یہودی نجات یافتہ ہیں اور یہی صورت ظہور رسولؐ اسلام سے پہلے کے عیسائی مومنین کی ہے۔

یہی مفہوم مذکورہ آیت کی شانِ نزول سے ظاہر ہوتا ہے جس کی طرف ہم بعد میں اشارہ کریں گے۔



بقیہ.........مذہب دشمنی کا ایک خطرناک انداز

بقیہ.........

اختلافات اور فرسودہ مناقشات کو پس پشت ڈال کر ایک مرتبہ متحد ہو کر میدان عمل میں آجانا چاہئے اور ہمیں اپنے عمل کی قوت سے دہریت اور لامذہبیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں بندھ باندھنا چاہئے اپنی سچائی، خلوص، حق پرستی، ایثار و استقلال سے اس بڑھتے ہوئے طوفان کا منھ موڑ دینا چاہئے۔

میرا یہ خطاب تمام اقوام عالم سے ہے، ہر صاحب مذہب کو اپنے مذہب کے قواعد و قوانین پر پوری طرح عمل کرنا چاہئے، بلکہ ایسا سرگرم عمل ہونا چاہئے جس سے وہ مذہب کی راہ روش، جس کو صاحبان مذہب سیکڑوں برس سے اپنے کاندھوں پر اٹھائے اٹھائے پھر رہے ہیں اس میں نئی روح آجائے اور نئی زندگی پیدا ہو جائے۔

